پروفیسر حافظ سید خالد محمود ترمذی

# عورت کی وراثت

اور

# شہادت کا مسئلہ

پاکستان ٹائمز میں ایک پروفیسر صاحب کا ایک مضمون "کیا عورتیں مذہب اور عقل میں کم ہیں؟" نظر سے گذرا۔ جس میں صاحب مضمون نے عورت کی نصف دیت، میراث میں آدھے حصے اور ایک مرد کے مقابلے میں دو عورتوں کی شہادت پر خامہ فرسائی کی ہے۔ فرماتے ہیں :-

" عام طور پر یہ تصور کیا جاتا ہے کہ قرآن کریم میں عورت کی شہادت اور میراث میں حصہ مرد کے مقابلے میں آدھا ہے۔ یہ عقیدہ سراسر قرآنی تعلیمات کے منافی ہے۔ لیکن اسے اس انداز میں بار بار دہرایا اور بیان کیا گیا ہے کہ قدامت پرست علماء کا تو کہنا ہی کیا روشن خیال علماء دین تک بھی اس کو صحیح تسلیم کرنے پر مجبور ہیں۔ اور کسی نے بھی قرآن حکیم سے اس کی صحیح اور تفصیلی صورت حال معلوم کرنے کی زحمت گوارا نہیں فرمائی۔ یہاں تک کہ علامہ اقبال جیسی شخصیت بھی اسی نظریے کی مؤید ہے۔"

موصوف کا نکتہ نظر یہ ہے کہ قرآن کی رو سے مرد اور عورت میراث میں برابر کے شریک ہیں بلکہ ایک جگہ تو موصوف نے ہاتھ یعنی قلم کی صفائی کا ایسا مظاہرہ کیا ہے کہ قرآن کی رو سے عورت کا حصہ مرد سے دگنا ثابت کر دکھایا ہے۔ ان کی فن کاری بالفاظ دیگر دیدہ دلیری ملاحظہ ہو۔

سورہ نساء کی آیت ۱۱ کا نامکمل ترجمہ پیش کر کے اپنے اس باطل دعوے کو کیسے صحیح ثابت کرنے کی سعی لاحاصل فرمائی ہے۔ ترجمہ حسب ذیل ہے :-

" تمہاری اولاد کے بارے میں اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ مرد کے لئے دو عورتوں کے برابر حصہ ہے اور مرنے والے کے ماں باپ میں سے ہر ایک کو ترکے کا چھٹا حصہ ملے گا۔ اگر وہ صاحب اولاد ہو۔ ۲۔ اور اگر اس کے اولاد نہ ہو اور صرف ماں باپ اس کے (وارث) ہوں تو اس کی ماں کو تیسرا حصہ ملے گا۔ ۳۔

پروفیسر صاحب نے یہاں تک ترجمہ دیا ہے اور میراث کی تین صورتیں قرار دی ہیں۔ پھر بزعم خویش مندرجہ بالا تیسری صورت سے جہاں ماں کو تیسرا حصہ دیا گیا ہے۔ یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ باپ کو بدستور چھٹا حصہ ملے گا۔ جیساکہ اس سے قبل صورت نمبر ۲ میں مذکور ہوا۔ بلکہ اپنے دوسرے مضمون بعنوان "حضرت حوّا کی پیدائش" میں جو پاکستان ٹائمز کی ۲۲ نومبر کی اشاعت میں شائع ہوا ہے۔ یہ جملہ اپنی طرف سے بڑھا دیا ہے "باپ کا حصہ بدستور چھٹا رہے گا" اور یہ جملہ اس انداز سے بڑھایا ہے کہ کم علم قاری اسے بھی آیت کا حصہ سمجھے۔ حالاں کہ سب مفسرین نے آیت کا ترجمہ اس طرح کیا ہے۔

فَاِنْ لَّمْ یَکُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ ج

ترجمہ۔ اور اگر اس کے اولاد نہ ہو اور صرف ماں باپ اس کے (وارث) ہوں تو اس کی ماں کو تیسرا حصہ ملے گا (اور باقی باپ کو ملے گا)

چونکہ آیت میں ماں باپ دونوں کی وراثت کا ذکر ہے۔ تو جب ماں کا حصہ ایک تہائی ہوا تو صاف ظاہر ہے باقی دو تہائی باپ کا ہوگا۔ کیونکہ اولاد تو اس کی ہے نہیں اور دو تہائی ایک تہائی سے دگنا ہوتا ہے لہذا باپ کا حصہ دگنا بنتا ہے نہ کہ ماں کا۔ یعنی مرد کا حصہ عورت سے دگنا ہوا۔ نہ کہ عورت کا مرد سے دگنا۔ جیساکہ پروفیسر صاحب کا خیال خام ہے۔ یعنی یہ ایک نئی دریافت ہے۔ جو کسی فقیہہ، کسی عالم بلکہ کسی عامی نے بھی نہ پڑھی نہ سنی ہوگی۔ کہ میراث کی ایک شکل ایسی بھی ہے جس میں عورت کو مرد سے دگنا حصہ قرآن نے دیا ہے۔ یاللعجب!

آگے چل کر موصوف نے سورہ نساء آیت ۱۲ کا حسب سابق نامکمل ترجمہ دے کر میراث میں عورت کا حصہ مرد کے مساوی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ ترجمہ ملاحظہ ہو۔

اور اگر اس کا ایک بھائی یا ایک بہن ہے تو ان میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا"۔ ۴۔

پوری آیت کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہو جائے گی کہ یہاں کلالہ کی میراث کی ایک صورت یعنی اخیافی بھائی بہن بھائی کے حصوں کا ذکر ہے۔ لیکن موصوف نے حسب معمول علمی خیانت سے کام لے کر قرآنی آیات کا صرف اسی قدر ترجمہ اور وہ بھی سیاق و سباق سے جدا کرکے پیش کیا ہے جس سے ان کا مطلب حل ہوتا ہے۔ موصوف نے آیت کے پہلے حصے کو دیدہ دانستہ نظر انداز کر دیا ہے۔ کیونکہ آیت کے شروع میں مرد کا حصہ دگنا بیان ہوا ہے اور وہ ان کے مزعومہ دعوے کو غلط ثابت کرتا ہے۔ آیت [illegible] ترجمہ اس طرح ہے۔

وَلَکُمْ نِصْفُ مَا تَرَکَ اَزْوَاجُکُمْ اِنْ لَّمْ یَکُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ کَانَ لَهُنَّ
وَلَدٌ فَلَکُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَکْنَ مِنْۢ بَعْدِ وَصِیَّةٍ یُّوْصِیْنَ بِهَاۤ اَوْ دَیْنٍ ؕ
وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَکْتُمْ اِنْ لَّمْ یَکُنْ لَّکُمْ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ کَانَ لَکُمْ وَلَدٌ

فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۗ وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَالَةً أَوِ امْرَأَةٌ وَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ۚ

ترجمہ۔ اور جو کچھ تمہاری بیویاں (ترکے میں) چھوڑ جائیں اس میں سے نصف کے تم حقدار ہو بشرطیکہ ان سے اولاد نہ ہو۔ اگر ان کے اولاد ہے تو تمہیں جو کچھ وہ چھوڑیں اس کا چوتھائی ملے گا۔ (یہ تقسیم) مرنے والی کی وصیت کی تعمیل اور اس کے قرضے (کی ادائیگی) کے بعد (عمل میں لائی جائے) اور ان کے لئے جو کچھ تم چھوڑ جاؤ اس کا چوتھائی حصہ ہے۔ بشرطیکہ تمہارے اولاد نہ ہو۔ اور اگر تمہارے اولاد ہو تو ان کے لئے تمہارے ترکے کا آٹھواں حصہ ہوگا۔ (یہ تقسیم) تمہاری وصیت کی تعمیل یا قرضے (کی ادائیگی) کے بعد (عمل میں لائی جائے)

اور کوئی مرد یا عورت ہو (جو ترکہ چھوڑ جائے) اور وہ کلالہ ہو یعنی اس کے نہ باپ ہو نہ بیٹا اور دوسری ماں سے اس کے بھائی یا بہن ہوں تو ان میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا۔

آیت کے پہلے حصے میں زوجین کی میراث کو بیان کیا ہے کہ مرد کو اس کی عورت کے مال میں سے ½ یعنی آدھا مال ملے گا۔ اگر عورت کے کچھ اولاد نہ ہو۔ اور اگر عورت کے اولاد ہے خواہ ایک ہی بیٹا یا بیٹی ہو اور اسی مرد سے ہو یا دوسرے مرد سے تو مرد کو عورت کے مال میں سے چوتھائی حصہ ملے گا۔ قرض اور وصیت کے بعد۔ اسی طرح عورت کو اس کے خاوند کے مال میں سے چوتھائی حصہ ملے گا۔ اگر مرد کی کوئی اولاد نہ ہو۔ اگر مرد کے اولاد ہے خواہ اسی عورت سے یا دوسری عورت سے تو عورت کو آٹھواں حصہ ملے گا۔ یعنی مرد اور عورت کے حصوں میں وہی دو اور ایک کی نسبت ہے ۲:۱۔

زوجین کی میراث کے بعد اخیافی بھائی بہن کی میراث کا ذکر ہے جو صرف ماں میں شریک ہوں۔

اصول یہ ہے کہ باپ اور بیٹے کے ہوتے ہوئے تو بھائی اور بہن کو کوئی حصہ نہیں ملتا۔ ہاں اگر باپ اور بیٹا نہ ہو تو بھائی اور بہن کو میراث ملتی ہے۔ بھائی اور بہن تین طرح کے ہیں۔ سگے جو ماں باپ دونوں میں شریک ہوں۔ ان کو عینی کہتے ہیں۔ وہ سوتیلے جو صرف باپ میں شریک ہوں ان کو علاتی کہتے ہیں۔ اور وہ سوتیلے جو صرف ماں میں شریک ہوں ان کو اخیافی کہتے ہیں۔ آیت کے آخر میں اخیافی بھائی بہن کی میراث کا ذکر ہے۔ اخیافی بھائی اور بہن کا حصہ برابر ہے۔ اور یہ ایک استثناء ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ میراث کی ہر صورت میں مرد اور عورت کا حصہ برابر ہے جیسا کہ سورہ نساء کی مذکورہ بالا آیات نمبر ۱۱ اور ۱۲ کے مطالعہ سے واضح ہے۔

غالباً موصوف کی نظر سے سورہ نساء کی آخری آیت نہیں گذری۔ جس میں کلالہ کی میراث کی دو اور صورتوں

یعنی بیٹی اور بھائی بہن کے حصص کا ذکر ہے جن کی رو سے مرد کا حصہ عورت سے دُگنا بنتا ہے۔ ارشاد باری ہے

يَسْتَفْتُونَكَ ۗ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ ۚ إِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ
لَهُ وَلَدٌ وَّلَهُ أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ وَهُوَ يَرِثُهَا إِنْ لَّمْ
يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ ۚ فَإِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ ۚ
وَإِنْ كَانُوا إِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَاءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ ۔

ترجمہ: (اے پیغمبر!) لوگ تم سے کلالہ کے بارے میں (یعنی ایسے آدمی کی میراث کے بارے میں جس کے نہ تو باپ ہو نہ بیٹا) حکم پوچھتے ہیں۔ کہہ دیجئے! اللہ تمہیں کلالہ کے بارے میں حکم دیتا ہے۔ اگر کوئی ایسا مرد مر جائے جس کے اولاد نہ ہو (اور نہ باپ دادا) اور اس کی بہن ہو تو جو کچھ مرنے والا چھوڑ مرا اس کا آدھا بہن کا حصہ ہوگا۔ اور اگر بہن مر جائے اور اس کے اولاد نہ ہو تو اس (کے سارے مال) کا وارث وہ بھائی ہی ہوگا۔ پھر اگر دو بہنیں ہوں (یا دو سے زیادہ) تو انہیں ترکے میں سے دو تہائی ملے گا۔ اور اگر بھائی بہن (ملے جلے ہوں) کچھ مرد کچھ عورتیں تو پھر (اسی قاعدے سے حصے تقسیم ہوں گے کہ)

## مرد کے لئے دو عورتوں کے برابر حصہ

موصوف نے اپنے چھ دسمبر کے مضمون میں اسی بے بنیاد دلیل کو تیسری بار دہرایا ہے۔ اپنے مضمون "پیغمبر کا نظام عدل" میں لکھا ہے:۔

"مقدمات کی تیسری وجہ نزاع بھی اور ہے۔ اسلام سے قبل عورت کے ساتھ جانوروں کا سا سلوک کیا جاتا تھا اسلام نے اسے مرد کے برابر مقام عطا کیا۔ اسے اپنے رفیقِ حیات کو چننے اور چھوڑ دینے کے یکساں حقوق دیئے۔ تاہم ایسے علما بھی ہیں جو آیۂ میراث (سورۂ نساء آیت نمبر ۱۱) سے یہ نتائج اخذ کرنے پر مصر ہیں کہ عورت کا مقام مرد کے مقابلے میں نصف ہے۔ لیکن بدقسمتی سے ان کا یہ تصور متعلقہ آیت کے نامکمل مطالعہ کا غماز ہے۔ اس میں تین قسم کی میراث کا ذکر ہے۔ بیٹی کی صورت میں بے شک یہ مرد سے آدھی ہے لیکن ماں اور بہن کی صورت میں اسے باپ اور بھائی کے برابر حصہ دیا گیا ہے۔ اور ایک صورت میں تو جب میت کے کوئی اولاد نہ ہو ماں (عورت) کا حصہ باپ (مرد) سے دگنا مقرر کیا گیا ہے۔"

یعنی ایک ہی بات اور وہ بھی غلط کی بار بار تکرار تو آپ کر رہے ہیں اور مطعون علماء کو کرتے ہیں۔ گویا دل کے اس اصول پر کون عمل کر رہا ہے؟ "جھوٹ کو اس طرح بار بار دہراؤ کہ سچ نظر آنے لگے"۔ میراث کے اہم مسئلے کو "بخوبی" حل کرنے کے بعد موصوف عورت کی گواہی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں فرماتے ہیں:۔

"یہی حال عورت کی گواہی کا ہے۔ قرآن میں ایسا کوئی اصول نہیں بیان ہوا جس کی رو سے دو عورتوں

کی گواہی ایک مرد کے برابر ہوتی۔ جس سلسلے میں علماء جس آیت کا حوالہ دیتے ہیں اس کا ترجمہ یہ ہے:-

واستشهدوا شهيدين من رجالكم فان لم يكونا رجلين فرجل وامرأتان ممن ترضون من الشهداء ان تضل احداهما فتذكر احداهما الاخرى (سورۃ بقرہ)

اور اپنے میں سے دو مردوں کو گواہ کر لیا کرو۔ اور اگر مرد نہ ہوں تو پھر ایک مرد کے بدلے) دو عورتیں کافی ہوں گی جنہیں تم شہادت کے لئے پسند کرو کہ (اگر) ان میں سے ایک بھول جائے تو دوسری اسے یاد دلا دے۔ سورہ بقرہ آیت (۲۸۲)

موصوف ترجمہ کے بعد فرماتے ہیں کہ آیت میں دو عورتوں کی گواہی کو ایک مرد کے برابر قرار نہیں دیا گیا۔ بلکہ دوسری عورت کا کام تو اتنا ہے کہ وہ عدالت تک پہلی عورت کے ہمراہ جائے گی۔ شہادت ایک عورت ہی دے گی کیونکہ عدالت میں مردوں کی اکثریت کے باعث اکیلی ایک عورت کے طبعاً شرمیلا ہونے کی وجہ سے گھبرا جانے کا احتمال ہے۔

شیخ ابوبکر ابن العربی نے احکام القرآن میں اس اشکال کو یوں رفع کیا ہے۔

آیت کریمہ میں لفظ "احداهما" کو مکرر کیوں کیا۔ "ان تضل احداهما فتذكر الاخرى" فرما دیتے اگر ایسا ہوتا تو صرف ایک عورت کی شہادت ہوتی۔ اسی طرح "فتذکر هما الاخرى" ہوتا تو بیان ایک ہی طرف سے ہوتا کیونکہ یاد رکھنے والی یاد دلا دیتی۔ احداہما کے تکرار سے یہ فائدہ ہوا کہ دونوں ایک دوسرے کو بتائیں شہادت کے کچھ حصہ کو ایک یاد دلاتے اور کچھ حصہ دوسری (پہلی عورت کو) یاد دلاتے یعنی دونوں ایک دوسری کو یاد دلائیں۔

کیا موصوف کی نظر سے امام شافعیؒ کی والدہ کا وہ واقعہ نہیں گذرا جس میں قاضی نے امام شافعیؒ کی والدہ کو الگ بیان لینے کے لئے بلایا تو موصوفہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی سہیلی ساتھ رکھنے کا حکم دیا ہے اس لئے میں بیان دیتے وقت اسے اپنے ساتھ رکھوں گی۔ آپ کو میرا یہ حق سلب کرنے کا حق نہیں۔

موصوف کو غالباً یہ بھی علم نہیں ہے کہ عورت کی گواہی بھی صرف مالی معاملات اور نکاح طلاق کے معاملات میں قابل قبول ہے جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے۔

واستشهدوا شهيدين من رجالكم

مذکورہ آیت کی رو سے حدود اور قصاص کے معاملات میں تو شریعت کے نزدیک عورت کی شہادت قابل قبول ہی نہیں۔ ورنہ موصوف اور رو او یلا مچاتے۔ کہ عورت کے ساتھ امتیازی سلوک گیا ہے۔ حالاں کہ یہ کوئی ظلم نہیں ہے۔ یا اس سے عورت کا مقام گھٹتا نہیں ہے بلکہ یہ تو ایک رعایت ہے،